© rasailojaraid.com

جناب ابو علی صاحب

حضرت سید محمد جونپوریؒ

اور

مولانا ابوالکلام آزادؒ

سید محمد جونپوری، جون پور کے رہنے والے تھے۔ ۸۴۷ھ میں پیدا ہوئے ان کے جو شدید مخالف تھے وہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ علوم رسمیہ میں کمال کے ساتھ زہد و درویشی اور ورع و تقویٰ میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ شیخ علی متقی جو ان کے معاصر اور سخت مخالف تھے اور ان کے رد میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے، وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا ابتدائی عہد کمال زہد و تقشف اور استغراق و استہلاک باطنی میں گذرا۔ سات سال تک ان کا یہ حال رہا کہ پے در پے روزہ رکھتے اور تن تنہا ایک گوشہ میں پڑے رہتے۔ اسی اثنا میں یہ کیفیت طاری ہوئی، کہ ان کو محسوس ہوا کہ کہیں سے صدا آرہی ہے، کہ "انت المھدی" تم مہدی ہو۔ برسوں تک متامل اور سوچتے رہے کہ معاملہ کیا ہے لیکن جب یہ آواز مسلسل سنائی دی تو انہوں نے اپنے مہدی ہونے کا اعلان کردیا۔

نویں صدی ہجری کا زمانہ جو اکبر سے پہلے گذرا وہ بڑا ہی پُر آشوب تھا۔ سخت بدامنی اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی روز روز بادشاہتیں قائم ہوتیں اور ختم ہو جاتیں، کوئی مرکزی حکومت باقی نہیں رہی تھی جو احکام شرع کے اجراء اور قیام کی ذمہ دار ہوتی۔ علمائے دنیا ہر طرف پھیلے ہوئے تھے اور وہ طرح طرح کے فتنے برپا کرتے رہتے تھے دنیا طلبی اور مکر و زور کی گرم بازاری تھی ان سب سے بڑھ کر یہ تھا کہ جاہل صوفیوں کی بدعات و منکرات نے ایک عالم کو گمراہ کر رکھا تھا یہ حال سید موصوف سے نہ دیکھا گیا اور انہوں نے بلا خوف لومۃ لائم احیائے شریعت اور قیام امر بالمعروف کا غلغلہ بلند کردیا اور لوگوں سے کہا کہ اس وقت مجاہدہ و ریاضت اور ذکر و شغل کی ضرورت نہیں ہے سب سے بڑا مجاہدہ یہ ہے کہ خلق اللہ کو سیدھی راہ پر لگاؤ۔ اور احکام شرعیہ کے اجراء کی راہ میں اپنی جانیں لڑادو، اللہ تعالیٰ کی دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے اور متعدد فرماں روایانِ وقت نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے معتقدین کے طور و طریق ایسے عاشقانہ اور والہانہ تھے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ انہوں نے خون کے رشتوں اور وطن و زمین کی الفتوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو ایمان اور محبت الٰہی کے رشتے پر قربان کر دیا تھا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہِ حق میں نکل پڑے اور ایک دوسرے کے رفیق اور غم گسار بن گئے۔ اور بجز خلق اللہ کی ہدایت، خدمت اور احکام شرع کے اجرار کے دنیا کے اور کسی کام سے ان کو واسطہ نہ تھا۔ جو ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتا اس کے لئے تین منزلوں سے گذرنا ضروری تھا ایک یہ تھی کہ جو اس راہ میں قدم رکھے وہ قید وطن سے آزاد اور گھر بار چھوڑ کر اپنے برادران طریقت کا ساتھی اور غم گسار بن جائے۔ دوسری منزل ترک مال کی ہے۔ یعنی اس کے پاس جو کچھ ہو وہ اپنے یارِ طریقت میں بانٹ دے ——

لن تنالوا البرّ حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ تیسری منزل اس راہ کی ترک جان کی ہے فتمنوا الموت ان کنتم صادقین اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ یعنی ہر وقت راہِ خدا میں سر بکف رہو۔ اگر اعدائے شریعت سرنگوں نہ ہوں تو قوتِ حدید سے کام لو۔ فیہ باسٌ شدید یہی چند باتیں تھیں جن پر ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کے بعد عمل کرنا ضروری تھا اور یہ سب کی سب بالکل حق تھیں عشق و محبت الٰہی کی راہ میں جاں سپاری کتنی بڑی سعادت ہے لیکن افسوس کہ آگے چل کر خود ان کے معتقدوں نے ان کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔

ترک جان و ترک مال و ترک سر
در طریق عشق اول منزل است

ان کی یہ تعلیمات تھیں جن کو ان کے موافقین اور مخالفین سب نے لکھا ہے لیکن ان کے معتقدین نے ان کو شرع کا رنگ دے دیا اور مخالفین کو ان کی مخالفت کا ایک بہانہ آ گیا اور بعض باتوں کو تکفیر و تفسیق کے لئے محبت ٹھہرا لیا افسوس ہے کہ دنیا کی تاریخ ہدایت و اصلاح کی نصف گتھیاں اسی سوءِ فہم اور تاویل و تعبیر باطل کی الجھائی ہوئی ہیں۔ کہا کچھ گیا اور سمجھا کچھ گیا معتقدین نے غلو کیا اور مخالفین نے تعصب و تشدد سے کام لیا اور اس تاریکی میں اصل حقیقت گم ہو کر رہ گئی۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

سب راہ کا سب سے بڑا فتنہ یہی سوءِ فہم ہے۔ بتلانے والوں نے کیا کہا تھا اور سمجھنے والوں نے سمجھا کیا کہ ان غلط فہمیوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہر طرف سے مخالفت ہونے لگی۔ پہلے تضلیل و تکفیر کا سلسلہ چلا۔ پھر کشت و خون تک نوبت پہنچی۔ سب سے زیادہ علمار دنیا کو ان کی ہوا پرستیوں اور غفلت پر سرزنش کرتے تھے۔ جب مخالفت کا بہت زور ہوا تو گجرات چلے گئے۔ سلطان محمود کلاں صورت دیکھتے ہی معتقد ہو گیا۔ لیکن علمار سوء نے ان کو وہاں بھی نہ بخشا اور مخالفت شروع کر دی۔ مجبوراً حجاز کا رخ کیا۔ وہاں سے ایران گئے۔ سلطان اسماعیل صفوی کا زمانہ تھا۔ اس نے ان کے ارد گرد ہجوم خلائق دیکھا تو ایران سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ہندوستان کی طرف واپس آ رہے تھے کہ فراہ میں انتقال ہو گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملا عبدالقادر بدایونی ۹۱۱ ھ کے واقعات کے سلسلے میں لکھتے ہیں :-

دریں سال سید محمد جونپوری قدس سرہٗ از اعاظم اولیائے کبار کہ دعوئ مہدویت از سر برزدہ بود ہنگام مراجعت از مکہ معظمہ بجانب ہند در بلدۂ فراہ داعی حق را لبیک فرمود۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکہ معظمہ ہو کر ہندوستان آرہے تھے اور جب فراہ میں پہنچے تو انتقال ہو گیا ان کی طرف طرح طرح کے دعاوی اور شطحیات منسوب کئے گئے ہیں۔ معتقدین کو تو چھوڑ دیئے کہ وہ جس سے عقیدت رکھتے ہیں تو اس کو خدا بنائے بغیر نہیں رہتے۔ زیادہ احتیاط کی تو اس کو نبوت تک پہنچا دیا۔ لیکن ان کے معاملے میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ :-

"سید محمد جونپوری کا یہ اعتقاد تھا کہ جو کمال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے، وہی کمال ان کو بھی حاصل تھا۔ فرق اتنا تھا کہ حضور کو براہ راست خدا کی طرف سے یہ کمال حاصل تھا اور ان کو حضورؐ کے اتباع میں اور تبعیت رسول اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ روحانی کمالات میں اسی کی طرح ہو گئے"

لیکن شاہ صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ سید موصوف نے یہ بات کہی یا ان کے مریدین و معتقدین کی پیر پرستانہ منقبت سرائی ہے۔ ام العقاید جو ان کی جانب منسوب ہے وہ ان کے مریدوں کی لکھی ہوئی ہے۔

ہدیۂ مہدویہ نے اس کی عبارتیں نقل کی ہیں لیکن ان کا انتساب سید محمد کی جانب مشکوک و محل نظر ہے۔ بہر حال اس قسم کی باتیں دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ معتقدین کا غلو، افراط عقیدت، سوء فہم اور زیغ نظر ہے یا غلبۂ حال کا نتیجہ ہے جو اس راہ کے بڑے بڑے کاملین اور واصلین تک کو پیش آئے ہیں۔ کسی نے اس عالم میں "لوائی ارفع من لواء محمد" کہا اور کوئی "سبحانی ما اعظم شانی" پکار اٹھا اور کوئی کچھ اور کوئی کچھ۔

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

تو اگر ان تمام حضرات کی طرف سے مغلوبیت سکر و حال کا نتیجہ قرار دے کر خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے اور ان کے اسلام و ایمان پر شک نہیں کیا جاتا تو پھر سید محمد جونپوری نے کیا قصور کیا ہے کہ کمال زہد و ورع، اتباع شریعت، قیام امر بالمعروف و نہی عن المنکر، ایثار فی اللہ وغیرہ کی بنا پر جس پر موافق تو موافق، مخالف تک کو انکار نہیں۔ ان کو حسن ظن اسلامی کا مستحق نہ سمجھا جائے اور صرف چند کلمات غریبہ کی بنا پر جن کی اصلیت مشتبہ ہے ان کو مومن نہ سمجھنے پر اتر آئیں ؎

لالہ ساغر گیر و نرگس مست و برما نام فسق
داوری خواہم مگر یارب کرا داور کنم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مہدوی ان ہی بزرگ کی طرف منسوب ہے۔ اس کی بنیاد تو درحقیقت صداقت و حق پرستی پر پڑی تھی۔ یعنی دعوتِ حق، احیائے شریعت، قیام فرض امر و نہی عن المنکر وغیرہ وغیرہ خود سید محمد اور ان کے پیرو بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست تھے۔ جن کو دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا لیکن افسوس کہ رفتہ رفتہ اس کی بنیادی صداقت غلو و محدثات میں گم ہو گئی اور فرقہ مہدویہ کو مسلمانوں کے گمراہ فرقوں میں شامل کر لیا گیا اور اس وقت سے اس کے خلاف تکفیر شروع ہوئی تو اب تک قائم ہے (ملخص از تذکرۂ مولانا ابو الکلام آزاد)

یہ مولانا ابو الکلام آزاد پہلے بزرگ ہیں جو تاریخ کے حقائق کی روشنی میں اپنی اس کتاب "تذکرہ" میں ان کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہیں اور ان کو امر بالمعروف، نہی عن المنکر، احیائے شریعت اور دعوتِ حق کا علمبردار قرار دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت سید محمد جونپوری نے خود اس کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ انہوں نے کبھی اپنے کو مہدی موعود سمجھا۔ اگر عالم سکر میں یہ الفاظ ان کی زبان پر آ گئے تھے تو سکر کی کیفیت دور ہو جانے کے بعد اس کی تردید بھی فرما دی۔ جیسا کہ خزینۃ الاصفیاء اور تحفۃ الاکرام وغیرہ میں ہے۔ مراۃ محمدی کے مصنف نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ ان کی دعوتِ حق کی جو تحریک ہندوستان سے گذر کر ایران و عرب و حجاز تک پہنچ گئی تھی۔ اور جس کے حلقۂ ارادت میں وقت کے بڑے بڑے سلاطین، علماء اور زہاد آ گئے تھے۔ مولانا ابو الکلام آزاد کی قلم برداشتہ چند سطروں کے سوا جو ضمناً علماء دنیا پرست کے ذکر کے سلسلے میں تذکرہ میں آ گئی ہیں۔ اردو میں اب تک کچھ نہیں لکھا گیا۔ ایک صاحب نے الفرقان لکھنؤ میں فارسی کے بعض تذکروں کی مدد سے اس پر لکھنا شروع کیا تو وہ بھی مواد کی کمی سے تشنہ رہ گیا۔ زیادہ تر انہوں نے اس تذکرہ کو اپنے مضمون کا ماخذ قرار دیا ہے۔ اپنی کوئی نئی تحقیق، جیسا کہ توقع تھی پیش نہیں کی۔ ضرورت ہے کہ کوئی صاحب اس کو اپنی تحقیق کا موضوع بنائیں۔ عربی، فارسی اور اردو میں سید محمد جونپوری اور ان کی تحریک مہدویت کے متعلق جو کچھ ہے اس کو تلاش کر کے منظرِ عام پر لائیں۔

خود مولانا ابو الکلام صاحب نے بھی اس کو تذکرہ میں ضمناً ہی لکھا ہے۔ تحقیق کا حق جیسا کہ چاہئے تھا ادا نہیں کیا۔ شیر شاہی و سلیم شاہی عہد کے اکابر اولیاء میں ایک بزرگ شیخ داؤد جھنی وال تھے۔ ان پر مہدوی ہونے کا شبہ تھا۔ اتنی ہی بات مخدوم الملک کی مخالفت کا سبب بن گئی۔ جو اس وقت بڑے اقتدار کے مالک تھے اور جو چاہتے تھے ان سوری فرماں رواؤں سے منوا لیتے تھے لیکن شیخ پر یہ الزام ثابت نہ ہو سکا ورنہ ان کے لئے بھی جامِ شہادت تیار ہو جاتا جو مخدوم الملک کے ہاتھوں بعض دوسرے اہل اللہ کو پینا پڑا۔ ان ہی بزرگ کے ذکر کے سلسلے میں سید محمد جونپوری اور ان کی تحریک مہدویت پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

عہدِ مغلیہ پر اردو زبان کے معتبر مورخ سید صباح الدین عبد الرحمٰن اپنی کتاب میں بزمِ تیموریہ کے دوسرے ایڈیشن میں جو پہلے ایڈیشن سے کہیں زیادہ ضخیم ہے اور جو صرف بابر سے لے کر اکبر تک کے حالات پر مشتمل ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکبری دور کے امراء کے ذیل میں مخدوم الملک کے متعلق رقم طراز ہیں ۔

"مخدوم الملک مولانا عبداللہ سلطان پوری کا لقب تھا یہ مضافات لاہور کے رہنے والے تھے ان کا خاندان انصاری تھا، عربی، اصولِ فقہ، تاریخ اور علومِ منقولات میں ان کو بڑی اعلیٰ دستگاہ حاصل تھی۔ علوم دینی میں اپنی اعلیٰ قابلیت کی بنا پر ہمایوں کے دربار سے وابستہ ہوتے تو اس نے ان کو مخدوم الملک کا خطاب اور شیخ الاسلام کا عہدہ عطا کیا۔ شریعت کی ترویج میں برابر کوشاں رہے۔ بہت متعصب سنّی تھے ملحدوں اور شیعوں سے ان کو سخت نفرت تھی۔ شیر شاہ کے مقابلے میں بدقسمتی سے جب ہمایوں کو شکست ہو گئی اور وہ بھاگ کر ایران چلا گیا تو مولانا عبداللہ سور خاندان کے حکمرانوں کے دربار سے منسلک ہو گئے۔ اس زمانے میں تحریک مہدویت کا بڑا زور تھا وہ اس کے سخت مخالف تھے جس پر بھی ان کو مہدویت کا شبہ ہو جاتا اس کو سزا دئے بغیر نہیں رہتے سلیم شاہ سوری کے عہد کے دو جلیل القدر علماء شیخ علائی اور شیخ نیازی مہدویت کے علمبردار تھے شیخ علائی کو پکڑوا کر اتنے درّے لگوائے کہ وہ جاں بحق ہو گئے۔

ملّا عبدالقادر بدایونی ان کو اپنی تاریخ میں درویش آزاد سے یاد کرتے ہیں"

سلیم شاہ، مخدوم الملک کی جس قدر عزت کرتا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ وہ اور مخدوم الملک ایک ساتھ ایک تنگ گلی سے گذر رہے تھے کہ سامنے سے ایک مست ہاتھی آتا ہوا دکھائی دیا۔ مخدوم الملک نے جوش وفاداری میں آگے بڑھ کر ہاتھی کو روکنا چاہا تو سلیم شاہ نے ان کو روک دیا اور کہا کہ مجھے آگے بڑھنے دیجیے اگر میں ہلاک ہو گیا تو میری جرار فوج کے یہ نولاکھ افغانی وہ جگہ پُر سکتے ہیں اور سلطنت کو انتشار سے بچا سکتے ہیں لیکن اگر خدانخواستہ آپ جاں بحق ہو گئے تو آپ جیسا ہندوستان میں ایک مدت مدید تک عالم پیدا نہ ہو سکے گا۔

ایک مرتبہ وہ دربار میں آئے تو ان کو اپنے تخت پر بٹھایا اور موتی کی ایک تسبیح ان کو پیش کی جس کی قیمت بیس ہزار روپے تھی۔

سوری خاندان کا خاتمہ ہو گیا تو مولانا عبداللہ اکبر کے دربار میں آ گئے۔ جہاں انہوں نے علمی فضیلت اور دینی کمالات کی وجہ سے امارت کے ساتھ بڑا جاہ و جلال بھی حاصل کر لیا۔ ملک کی سیاست میں بھی ان کا بڑا عمل دخل تھا اور اس سلسلہ میں انہوں نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دئے۔ گجرات کی فتح تک ان کو بڑا عروج اور اقتدار حاصل تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے شیخ ناگوری پر مہدوی اور بدعتی ہونے کا الزام رکھ کر اکبر سے ان کی گرفتاری کی اجازت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی لے لی۔ مگر رفتہ رفتہ جب شیخ مبارک ناگوری اور ان کے لائق لڑکوں ابوالفضل اور فیضی کا رسوخ دربار میں بڑھا تو مولانا عبداللہ پر زوال آگیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی اس کتاب میں ان کے محض فقہی حیل اور مہدویت کی مخالفت کی بناء پر علمار سور میں شمار کیا ہے اور ان کے عجیب وغریب قصے لکھے ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے۔ کہ باایں ہمہ دولت وتمول جو انہوں نے اپنی شیخ الاسلامی کے زمانے میں حاصل کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اپنی خاندانی قبروں میں چاندی سونے کی اینٹیں مدفون کر دی تھیں۔ عمر بھر کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اپنا سارا اندوختہ اپنی بیوی کے نام منتقل کر دیتے تھے اور وہ ایک سال پورا ہونے سے پہلے ان کے نام بخش دیتی۔ اس طرح حول کا مل دونوں میں سے کسی پر نہ گذرتا کہ ادائے زکوٰۃ کی شرط پر دونوں اترتے۔ یہی وہ ہمیشہ کرتے۔ اسی وجہ سے انہوں نے حج بھی نہیں کیا کہ حج کے فرض ہونے کی بھی یہی شرط ہے لیکن جب ان پر زوال آیا تو ان کو زبردستی حج کے لئے بھیجا گیا۔ بلکہ ان کو وہیں جلا وطن بھی کر دیا گیا۔ لیکن ایک امیر کی سفارش سے ان کو پھر ہندوستان آنے کی اجازت مل گئی۔ لیکن عمر نے وفا نہیں کی اور انتقال کر گئے۔

معلوم نہیں ان کی دولت وثروت کا کیا حشر ہوا۔ ان کو مہدویت کے استیصال میں بڑا دخل ہے اور وہ بالآخر ختم ہو گئی۔ یہاں تک کہ لٹریچر بھی عام طور سے نہیں ملتا۔ حیدرآباد سے دو ایک رسالے اس کے متعلق شائع ہوئے ہیں لیکن وہ اتنے مختصر ہیں کہ ان کو پڑھ کر تشفی نہیں ہوتی۔ مولانا نے اپنے زمانۂ نظربندی رانچی میں علمائے سوٴ کے تذکرہ کے سلسلہ میں ضمناً اس لئے اس پر کسی قدر روشنی ڈالی تھی کہ کوئی صاحب ہمت اس سے آگے بڑھ کر اپنی تحقیق کا مستقل موضوع بنائیں گے۔ اور اس تحریک کے مالہٗ وما علیہ پر، اس کے تمام لٹریچر کو سامنے رکھ کر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔ لیکن افسوس کہ آج تک اس پر ایک حرف کا اضافہ نہ ہو سکا۔ اور یہ موضوع ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے کیا یونیورسٹیوں اور ڈگری کالجوں کے اسلامیات کے ریسرچ اسکالر اور ندوہ و دیوبند وغیرہ کے فضلاء اس کو اپنی تحقیق کا موضوع بنائیں گے؟ اس میں محنت ضرور ہے لیکن اس سے ہندوستان کی اپنی تاریخ کا ایک گوشہ نظر سامنے آجائے گا۔

موتمر المصنفین کی عظیم تاریخی پیشکش

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نظریہ انقلاب وسیاست

تصنیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

سیاست کا اسلامی مفہوم اور تشریح، امام ابوحنیفہؒ کا سیاسی مسلک وکردار، سیاسی تجربہ اور کارنامے، ایک ہمہ گیر انقلابی تحریک اور سیاسی جماعت کی ضرورت تشکیل اور نصب العین، فقہ حنفی کی تاریخی جامعیت، سیاست میں شرافت کا اصول، جبر وظلم کے مقابلے میں استقامت وپامردی، موجودہ دور میں سیاسی عمل کے رہنما اصول اور دیگر کئی اہم موضوعات پر سیر حاصل بحث

قیمت ۶ روپے

موتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور

© rasailojaraid.com